بانی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
قدس اللہ سرہٗ السعید مسند نشین رابع خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابع

مجلس ادارت
سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

مارچ 2015ء / جمادی الاولیٰ 1436ھ
جلد نمبر 7، شمارہ نمبر 3 – قیمت: 20 روپے
سالانہ ممبر شپ: 200 روپے – تین سالہ ممبر شپ: 500 روپے

- یہود و نصاریٰ کے علما و مشائخ بمقابلہ احکامِ الٰہی
- عصبیت؛ اسلام کی نظر میں
- پاکستان کی انقلابی پارٹیاں؛ ایک جائزہ
- خوگرِ حمد سے تھوڑا گلہ بھی سُن لے
- دنیا کی نئی کروٹ اور بچھڑتا ہوا امریکا
- مجالس؛ افاداتِ علم و حکمت
- قومی و سماجی انتشار کی وجہ تقسیم کا نظریہ ہے
- دلوں میں اتحاد، نیت کی درستگی، عمل کو نتیجہ خیز بناتے ہیں
- اللہ تعالیٰ کے قانون اور ذکر سے روگردانی کے نتائج
- اجتماعی جرم پوری قوم کی تباہی اور بربادی کا باعث بنتا ہے
- اپنے دل، دماغ اور جسم کو دوسروں کے لیے مفید بنائیں
- بچوں کی تعلیم و تربیت میں تشدد سے گریز
- حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کی خداداد ذہانت
- امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ
- نوجوانوں کو سرد جنگ میں قتل سے بچانے والے
- شریعت، طریقت، سیاست کے امام
- امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے نظریے میں ہی نجات ہے
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ
مسند نشینِ ثانی خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مولوی حبیب اللہ صاحب (گمانوی بہاولپوری) نے دریافت کیا کہ کیا ایک ولی دوسرے ولی کی نسبت بھی سلب کر لیتا ہے؟

حضرت والا نے فرمایا کہ: ہمیں تو پتہ نہیں۔ کیوں کہ کوئی ایسی بات دیکھی نہیں۔ ہاں! حضرت حاجی (امداد اللہ مہاجر مکی) صاحبؒ کے متعلق حضرت (شاہ عبدالرحیم رائے پوری) رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ:

”جو شخص ایسا تصرف کرے تو وہ بہت بُرا ہے۔ یہ سب خیال کی قوت پر موقوف ہے۔ جو کوئی اس طرح اثر ڈال کر کسی سے کچھ پیسے بٹورے، وہ ویسا ہی ہے جیسے چوری یا غصب اور ڈاکہ ڈال کر کچھ لے لیا۔“

(مجلس 13 / رمضان المبارک 1365ھ / 11 / اگست 1946ء۔ مقام: رائپور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 142۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، A.16 مور یہ خان سوسائٹی، عقب سٹار گیٹ
نزد ائیر پورٹ، شاہراہِ فیصل، کراچی
0092-021-34600000 , 021-34600001

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111, 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

درسِ قرآن

تشریح: حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

یہود و نصاریٰ کے علما و مشائخ بمقابلہ احکامِ الٰہی

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (31:9)

(ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علما اور مشائخ کو پروردگار بنالیا اور مریم کے بیٹے مسیح کو بھی، حال آں کہ انھیں جو کچھ حکم دیا گیا تھا، وہ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک خدا کی بندگی کرو۔ کوئی معبود نہیں ہے، مگر وہی۔ اس کی پاکی ہو اس ساجھے سے، جو یہ اس کی ذات میں لگا رہے ہیں۔)

اس آیت میں اس گمراہی کی طرف اشارہ کیا ہے، جو یہود و نصاریٰ کی تمام فکری و عملی گمراہیوں کا سرچشمہ تھی۔ یعنی انھوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علما و مشائخ کو پروردگار بنالیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہودیوں نے اپنے فقیہوں کو اور عیسائیوں نے اپنے پوپ اور اس کے مقرر کیے ہوئے پادریوں کو دین کے بارے میں جو منصب دیا ہے اور وہ اپنے زاہدوں اور درویشوں کی نسبت جیسا کچھ اعتقاد رکھتے ہیں، وہ فی الحقیقت انھیں مثل پروردگار کے بنالینا ہے۔ گویا حق و باطل، حلال و حرام، عذاب و ثواب اور جنت و دوزخ کی تقسیم کا سارا اختیار انھیں کے قبضے میں ہے۔ وہ جو حلال کردیں، حلال ہے۔ جو حرام کردیں، حرام ہے۔ جسے چاہیں بخشش کا پروانہ دے دیں۔ جسے چاہیں محروم و مردود کردیں۔ جنت کی کنجی بھی انھی کے ہاتھ میں ہے۔ دوزخ کا داروغہ بھی انھیں کے زیرِ حکم۔ وہ ایسے مقدس ہیں کہ کوئی بات ان کی غلط نہیں ہوسکتی اور اللہ نے انھیں ایسا بااختیار کردیا ہے کہ ان کے حکم سے کوئی بات باہر نہیں۔ اس گمراہی کا نتیجہ یہ نکلا کہ:

پہلا یہ کہ خدا کی کتاب جو اس غرض سے نازل کی گئی تھی کہ لوگ اسے پڑھیں اور اس پر عمل کریں، یک قلم بے اثر و بے کار ہوگئی۔ کیوں کہ اس کی جگہ انسانوں کی رائیوں اور فیصلوں نے لے لی۔ دوسرا یہ کہ ہدایت کا مرکز عملاً خدا کا حکم نہ رہا۔ انسانوں کا حکم ہوگیا۔ تیسرا یہ کہ دینی پیشواؤں کا ایک گروہ پیدا ہوگیا، جو لوگوں کو اندھا بہرا بنا کر جس طرح چاہتا، اپنے اغراض کے لیے کام میں لاتا۔ چوتھا یہ کہ انسان کی عقلی ترقی کی تمام راہیں بند ہوگئیں۔ کیوں کہ جب لوگوں نے اپنی سمجھ بوجھ سے کام لینا چھوڑ دیا اور اپنے بنائے ہوئے پیشواؤں کا حکم بلا دلیل ماننے لگے کہ یہی معنی تقلید کے ہیں تو ظاہر ہے کہ پھر عقل کی نشوونما اور ترقی کے لیے کون سی راہ باقی رہ گئی۔ پانچواں یہ کہ توہم پرستی اور جہل و کوری کا دروازہ کھل گیا۔ کیوں کہ جب اعتقاد و عمل کا دارومدار چند انسانوں کی رائیوں پر آٹھہرا اور دوسروں کو اس کا حق نہ رہا کہ اپنی عقل و بینش سے کام لیں تو ظاہر ہے کہ عقل و بینش کی جگہ جہل و توہم ہی پھیلے گا اور جو خرافات کسی ٹھہرائے ہوئے پیشوا کی زبان سے نکل جائیں گی، لوگوں کے لیے دلیل و حجت کا کام دیں گی۔ چھٹا یہ کہ دینی پیشوا اچھے انسان ہونے کی جگہ بے پناہ دیوتا بن گئے اور ان کی ساری باتوں نے تقدیس و پاکی کا جامہ پہن لیا۔

(تلخیص از ترجمان القرآن۔ ص: 395 تا 398)

درسِ حدیث

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ

عصبیت؛ اسلام کی نظر میں

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰی عَصَبِیَّةٍ. وَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلٰی عَصَبِیَّةٍ. وَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰی عَصَبِیَّةٍ." (رواہ ابوداؤد)

(وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے، جو عصبیت کی طرف دعوت دے۔ اور نہ وہ ہم میں سے ہے، جو عصبیت پر کسی کو قتل کرے۔ اور نہ وہ ہم میں سے ہے، جو اسی عصبیت پر مرجائے۔)

تعصب اور عصبیت' عصب سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی پٹھے اور پھر مضبوطی اور قوت کے ہیں۔ اعصاب چوں کہ گوشت اور ہڈی کے درمیان جوڑ کا کام دیتے ہیں اور عضو کی قوت کا باعث بنتے ہیں، اس لیے اعصاب کہلاتے ہیں۔ اہلِ قرابت میں سے عصبات اس لیے عصبہ کہلاتے ہیں کہ وہ باہم دگر قوت و استحکام کے باعث ہوتے ہیں۔

علم الاخلاق میں عصبیت اس بے جا حمایت کا نام ہے، جو مذہب، قوم، وطن، کنبہ وغیرہ کے نام پر اختیار کی جاتی ہے۔ یہ بھی ایک سخت مرض ہے، جو زخم کی طرح رِس رِس کر ناسور بن جاتا ہے اور اخوتِ عامہ اور اخوتِ اسلامی کے لیے زہر ہلاہل ثابت ہوتا ہے۔ تعریفِ بالا سے یہ معلوم کرلینا ضروری ہے کہ جو کوتاہ نظر حضرات تعصبِ مذہبی کو ایک نعمت سمجھتے ہیں، وہ اس رذیلہ کی حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ دراصل مذہب اور دین کے متعلق جو صحیح حمیت و حمایت قابل مدح و ستائش ہے، وہ قرآن عزیز کی اصطلاح میں ''استقامت'' کہلاتی ہے اور اس کی ایک جزئی ''غیرتِ ملّی'' ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے: ''بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ پھر وہ اس پر جم گئے۔''

اس کے برعکس ''عصبیت کی بنیاد'' جہل و نادانی اور حدودِ حق سے تجاوز پر قائم ہے، جو کسی طرح بھی جائز نہیں ہوسکتی۔ حضرت واثلہ ابن اسقع رضی اللہ عنہٗ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ عصبیت کیا شئے ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''عصبیت یہ ہے کہ تو امر ناحق پر اپنی قوم کی مدد کرے۔'' (ابوداؤد)

البتہ مذہب و ملت کے لیے ہی نہیں، بلکہ قوم و وطن اور خاندان و قبیلے کی خاطر بھی ایسا دفاع' جو جہل پر مبنی نہ ہو اور نہ حدودِ حق سے متجاوز ہو، اختیار کیا جائے تو وہ عصبیتِ جاہلیت سے جدا شئے ہے اور محمود و مستحسن ہے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ اس میں فرمایا: ''تم میں سے وہ شخص بہترین ہے، جو زیادتی اور گناہ سے بچ کر اپنے خاندان کے بارے میں حمیت و دفاع کا ثبوت دے۔''

علاج: عصبیتِ جاہلیت کا علاج اخوت و رحمت کا خوگر ہونا ہے۔ ہر ایک انسان کا فرض ہے کہ ایسی کتابوں کا مطالعہ کرے، جو تنگ نظری سے روکتی ہوں اور ایسے رہنماؤں کی سیرت کو پیشِ نظر رکھے، جنھوں نے اخوتِ اسلامی اور اخوتِ عامہ کی خدمت انجام دے کر عصبیتِ جاہلیت کو مٹایا ہے اور اپنے خاندان کا نمونہ بننے کے لیے ایسے اَخلاق پیدا کرنے کی سعی کرے، جن کی بدولت یہ مہلک جرثومہ ہلاک ہوجائے۔

(اَخلاق اور فلسفۂ اَخلاق۔ ص: 537 تا 539)

www.rahimia.org

اداریہ

پاکستان کی انقلابی پارٹیاں؛ ایک جائزہ

ظلم و جبر اور استحصال کے ماحول میں انقلاب کا لفظ ہوا کے تازہ جھونکے کی مانند محسوس ہوتا ہے۔ معاشی ناہمواریوں، سماجی ناانصافیوں کی تیز وتند ہوا سے جھلسے ہوئے چہرے، زخمی جسم، کچلی ہوئی روحیں، تھکے ہوئے بدنوں پر پھٹے پُرانے لباس پہنے انسان' انقلاب کا لفظ سُن کر اُس کی طرف دیوانہ وار دوڑنے لگتے ہیں۔ کیوں کہ انھیں اس لفظ سے اپنے خوابوں کی تعبیر ملنے کی اُمید ہوتی ہے۔ وہ انقلاب کے لمبے چوڑے فلسفے، اس کی سیاسی وسماجی تعبیرات سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ وہ بس اس لفظ کے پیچھے چُھپے اتنے مفہوم کو جانتے ہیں کہ انھیں کھانے کو وافر روٹی، بیمار جسم کو دوا، بے خانماں خاندانوں کو سر چھپانے کو دیوار و در نصیب ہو جائے گا۔

عوام کی توقعات اور خواہشات کے برعکس بعض انقلاب کی نام لیوا اُن کے نازک آبگینوں کو ٹھیس پہنچاتے ہیں اور ان کی آنکھوں کو نور دینے کی بجائے ان کے سینوں میں مایوسی کی اندھیری رات اُتار دیتے ہیں۔ اُن کے اردگرد کچھ نہیں بدلتا۔ نظام وہی رہتا ہے، چہرے بدل جاتے ہیں اور پُرانا مشروب نئے برتنوں میں پیش کیا جانے لگتا ہے۔ حال آں کہ انقلاب تو ایک بہت بڑی تبدیلی کا نام ہے، جس میں طبقاتی معیشت، ظلم کی سیاست، فرسودہ معاشرہ اور نظامِ تمدن بدل دیا جاتا ہے اور قوم ایک نئے سویرے سے عہدِ شباب کا آغاز کرتی ہے۔

دنیا کی انقلابی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انقلاب کے بعد ایک نئی قوم پیدا ہو جاتی ہے، جو ہر پُرانے فرسودہ نقشے کو مٹا کر ایک نیا معاشرہ بناتی ہے۔ اسی لیے تو انقلاب کے لفظ سے لوگوں کی توقعات وابستہ ہو جاتی ہیں۔ عصرِ حاضر اور ماضی قریب کے چند انقلابات' جیسے فرانس، روس، چائنہ، کیوبا، ایران اور چند دیگر ممالک میں آنے والی ہمہ گیر تبدیلیوں نے جہاں عالمی سیاست کے انداز و تیور بدلے، وہاں وہ قومی سیاسی جماعتوں کے کام پر بھی اثرانداز ہوئے۔ اور دنیا میں جدوجہد کے پُرانے پیمانوں کی بجائے انقلاب اور تبدیلی کے نعرے زیادہ شدومد کے ساتھ سنائی دیے جانے لگے۔ ان انقلابات نے جہاں لوگوں میں تبدیلیوں کی نئی جوت جگائی، وہاں سامراج نے بھی اپنے انداز بدل لیے۔ انقلابی پارٹیوں کو جلاوطنیوں، قیدوبند، پھانسیوں اور کالے پانیوں کی سزاؤں کی بجائے عوام کے اُمڈتے ہوئے سمندروں کا رُخ بدلنے کے لیے سامراج نے خود نام نہاد انقلابی پارٹیاں بنا کر اُن کی سرپرستی شروع کر دی۔ گویا یہ نئے دور میں انقلابات کو روکنے کا سامراجی بندوبست تھا۔ تیسری دنیا کے عوام اپنے جن خوابوں کو ان ''انقلابی پارٹیوں'' میں ڈھونڈنے آتے، ان کو ان نام نہاد انقلابی جماعتوں کے پنجروں میں قید کر لیا جاتا۔ اور مخلص کارکن اپنے خوابوں کی تعبیر ڈھونڈتے ڈھونڈتے ''انقلاب'' کی وادیٔ تیہ کا شکار ہو جاتے۔ اور یوں دھیرے دھیرے اُن کے انقلابی خواب دم توڑ دیتے۔

انسانی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ عوامی جدوجہد کے موجود پیرڈائم میں ہی ایک عرصے بعد سامراج اپنے اہداف (Targets) کو حاصل کرنے کا طریقۂ کار ڈھونڈ لیتا ہے۔ انقلابی اور سیاسی جماعتوں میں اپنے افراد داخل کر کے اپنے حسبِ خواہش اُن کا رُخ تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اور یوں ان جماعتوں کی کاوشوں اور قربانیوں کے نتائج اپنی حکمتِ عملی کے مطابق وصول کرنے لگتا ہے۔ تیسری دنیا کی تاریخ کے بعض واقعات ان حقائق سے پردہ اٹھاتے ہیں کہ سی آئی اے کے پے رول پر کام کرنے والے افراد نے ان پارٹیوں میں انتہائی اہم رول ادا کیا۔ ماضی قریب کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جہاد اور انقلاب کے بیانیے میں ہی اس نے اپنا بیانیہ (Narrative) داخل کر کے اپنی مخالف جدوجہد کو اپنے حق میں استعمال کر لیا۔ اس لیے سیاسی اور انقلابی جدوجہد' شعور اور نظریے کے بغیر محض آلۂ کاری ہے۔

تیسری دنیا کے بہت سے ممالک کی طرح پاکستان میں بھی یہ ہوا کہ مخلص انقلابی عنصر کو بے نام کر کے اس کی جگہ انقلاب کی دعوے دار ایسی جماعتیں پیدا کر دی گئیں، جو نام تو ''انقلاب'' کا لیں، لیکن انقلاب کے راستے میں سب سے بڑی رُکاوٹ کے طور پر انھیں ہی استعمال کیا جائے۔ یہ جماعتیں عوام اور انقلاب کے درمیان سدِ سکندری کے طور پر استعمال ہوتی رہیں۔ پاکستان میں ستر کی دہائی کے دعوے دار انقلابی طبقے نے ایک سول مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کی پارٹی کا حصہ بن کر' روٹی، کپڑے اور مکان کا نعرہ لگا کر کسی بھی حقیقی انقلاب کے امکان کو ٹال دیا۔ کیوں کہ اس پارٹی کی تشکیل انقلابیوں کو کچلنے کے لیے نہیں، بلکہ ہم نوا بنا کر ختم کرنے کا پلان لے کر آئی تھی، جس میں وہ کامیاب رہی۔ اور بعض ''انقلابیوں'' نے مغربی این جی اوز کو اپنا کر اپنے بہتر معاشی مستقبل کی آب یاری شروع کر دی اور اپنے آپ کو سول سوسائٹی کے کوَر میں محفوظ کر لیا۔ جب کہ کچھ بچے کھچے آمریت کے سائے میں پلنے والی عوام دشمن پارٹیوں کے لیڈروں کو انقلابی تقریریں لکھ کر دانش وری بیچ رہے ہیں۔ پنجاب کے ایک صنعت کار خاندان کے لیے غریبوں کی ہمدردی اور غم خواری پر لکھی گئی تقریروں میں ایک خاص دور کی مزاحمتی شاعری اُسی سرمایہ دار طبقے کے منہ سے سنوائی جا رہی ہے، جس کے خلاف وہ تخلیق ہوئی تھی۔ یہاں پر نام نہاد انقلاب کے نام لیواؤں کا ایک دور پورا ہو جاتا ہے۔

اب اچانک کچھ نئے لوگ میدان میں اُتارے گئے اور وہ انقلاب اور نیا پاکستان بنانے کے دعوے دار ہیں، لیکن اُن کے ساتھ انقلاب کے اسٹیج پر وہ طبقہ کھڑا ہے، جس کے خلاف اس وقت انقلاب کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ انقلاب دُکھی دلوں کی آواز ہوتا ہے، لیکن ہماری ان جماعتوں نے خود انقلاب کا دل دُکھایا ہے۔

کارکن ہوشیار باش! بنی گالہ، جاتی عمرہ، بلاول ہاؤس اور ماڈل ٹاؤن سے آنے والوں کا انقلاب اُن کا نہیں، کسی اور کا ہوگا۔ وہ اپنے انقلاب کو کہیں اور ڈھونڈیں اور پاکستان میں انقلابی پارٹیوں کی تاریخ کو ایک بار پھر پڑھیں کہ کہیں پرانے شکاری نیا جال لے کر تو نہیں آ رہے۔ (مدیر)

www.rahimia.org

قومی منظرنامہ

محمد عباس شاد، لاہور

خوگرِ حمد سے تھوڑا گلہ بھی سُن لے

امریکا ویسے تو ہم مسلمانوں کا ازلی دشمن ہے۔ ہمارے لیڈر گاہے بگاہے اُس سے دشمنی کا دم بھی بھرتے ہیں، اس کے خلاف جلوس اور ریلیاں نکالتے ہوئے نعرے بھی لگاتے ہیں، لیکن موقع ملے تو امریکا سے بے وفائی کا گلہ وشکوہ بھی کر لیتے ہیں۔

افغانستان میں حکمت یار کے مقابلے میں امریکا نے جب طالبان کی حمایت شروع کردی تو پاکستان کی ایک اسلامی جماعت کے مرحوم امیر نے امریکی دورے پر امریکا سے گلہ کرتے ہوئے کہا کہ: ’’جہاد ہم نے کیا، اقتدار طالبان کو دے دیا گیا۔‘‘ پھر جب 2001ء میں امریکا اور نیٹو افواج نے مشترکہ کارروائی کرتے ہوئے طالبان حکومت کو ’’تورابورا‘‘ بنادیا تو ملا عمر یوں گویا ہوئے: ’’جس امریکا کے لیے ہم روس سے لڑے اور قربانیاں دیں، آج وہ بے وفا دوستوں کا کردار ادا کر رہا ہے اور ہمارے اوپر گولہ وبارود کی بارش کر رہا ہے۔‘‘ جنوری 2012ء میں ایک کالعدم جہادی تنظیم کے سابق امیر نے کہا: ’’امریکا ہمیں ناجائز طور پر دہشت گرد کہتا ہے۔ ہمیں کوئی عدالت دہشت گرد ثابت نہیں کرسکی۔ اگر ہم دہشت گرد ہیں تو پھر ان دہشت گردوں کو اسلحہ اور تربیت دینے والا امریکا سب سے بڑا دہشت گرد ہے۔‘‘ 23/جنوری 2015ء کو اخبارات میں چھپا کہ ایک مذہبی اور نیم سیاسی جماعت کے سربراہ نے لاہور میں مذہبی جماعتوں کے ایک اتحاد کی جانب سے منعقدہ سیمینار میں کہا کہ: ’’ہمارے گلے میں کلاشنکوف لٹکانے والوں نے ہمیں اکیلا چھوڑ دیا۔ خمیازہ قوم بھگت رہی ہے۔ کل تک جہاد کے لیے افغانستان میں لڑنے کے لیے دنیا بھر سے لوگوں کو وی آئی پی بنا کر لایا گیا۔ پاکستان میں کالجوں، یونیورسٹیوں اور مدارس کے لڑکوں کو کس نے اس میدان میں دھکیلا؟ آج سکھانے والے محفوظ اور سیکھنے والے مجرم ٹھہرے ہیں۔‘‘ انھوں نے مزید کہا کہ: ’’مغربی ممالک کیسے کہتے ہیں کہ مذہبی لوگوں نے بندوق اٹھائی۔ مغربی ممالک نے ہی ہمیں یہ اسلحہ تھمایا تھا۔‘‘ سبحان اللہ! کیا خوب ارشاد ہوا! کاش یہ سب کچھ اسی زبانِ مبارک سے چند سال پہلے فرمایا ہوتا کہ یہ جہادِ فی سبیل اللہ نہیں، بلکہ جہادِ فی سبیل...... ہے تو آج ہم بہت سے قومی اَلمیوں سے دوچار نہ ہوتے۔ اور ہمیں دہشت گردی کے عفریت کا سامنا بھی نہ ہوتا۔ ایک اَور اسلامی جماعت کے امیر اب یوں فرماتے ہیں کہ: ’’جہاد کا اعلان ’ریاست‘ ہی کرسکتی ہے، پرائیویٹ جہاد نہیں ہوسکتا۔ مسلح جدوجہد پر یقین نہیں رکھتے۔‘‘ ان لیڈروں کی اس بے موقع سچائی پر غالبؔ سے معذرت کے ساتھ یہی کہا جاسکتا ہے ع

بہت دیر کی مہرباں ’بتاتے بتاتے‘

کل تک یہ سچائی بتانے والے فتوؤں کی زد میں تھے اور کون سا الزام تھا، جو ان پر نہیں دھرا جاتا تھا۔ آج پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی گزر جانے کے بعد یہ بیانات ان تلخ حقائق کو بے نقاب کر رہے ہیں کہ کون کہاں استعمال ہوا اور کس نے کیا کردار ادا کیا۔ ع

کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

دنیا کی نئی کروٹ اور بچھڑتا ہوا امریکا

امریکی صدر باراک حسین اوباما نے 20/جنوری 2015ء کو امریکی ریاستی اتحاد کو مخاطب کرتے ہوئے جن خیالات کا اظہار کیا، اس سے ایک ایسی بوکھلاہٹ دکھائی دیتی ہے کہ جس طرح کسی شخص کے پاؤں سے ریت سرک رہی ہو اور وہ شخص جلد موت کے شکنجے میں جکڑا جانے والا ہو۔ اس کا کہنا تھا کہ ’’روس عالمی برادری میں تنہا رہ گیا ہے اور اس کی معیشت زوال کا شکار ہے۔ جب کہ اس کے برعکس امریکا اپنے اتحادیوں کے ہمراہ دنیا کی قیادت کر رہا ہے۔ چین دنیا کی تیز ترین اقتصادی طاقت بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ دنیا ترقی کیسے کرے گی، تعین چین نہیں امریکا کرے گا۔‘‘

امریکا اور اس کا اتحادی بلاک 2008ء سے جس معاشی بحران کا شکار ہے، آج تک امریکا اس کے مداوے کا کوئی بندوبست نہیں کرسکا۔ اُلٹا اس کے رکن ملکوں میں دراڑیں پڑ رہی ہیں۔ یہ اس کی پُرانی حکمتِ عملی ہے کہ جو ملک اس سے علاحدہ ہونے کی کوشش کرے، یہ اس کے گرد گھیرا تنگ کرنا شروع کردیتا ہے۔ وہ یورپ کو معاشی طور پر کمزور رکھتے ہوئے زیر تسلط رکھنا چاہتا ہے۔ خاکوں کا ہنگامہ کھڑا کر کے اس نے پھر یورپ پر اپنا دباؤ بڑھا دیا ہے۔ اپنے ہی بنائے ہوئے عالمی اداروں کو نظرانداز کر کے ان کی ساکھ کو تباہ کر رہا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا نے اس کے مدِمقابل عالمی اتحاد اور مالیاتی ادارے قائم کرنا شروع کردیے ہیں۔ شنگھائی تعاون تنظیم‘ جو اِس وقت 14 ملکوں پر مشتمل ہے، 21 ملکوں پر مشتمل ایشین انفراسٹرکچر، انویسٹمنٹ بینک اور بریکس جو 5 بڑے ملکوں کا تشکیل کردہ فورم ہے، کے تحت بننے والا نیا ترقیاتی بینک اور کونٹی جینٹ رِزرو ارینجمنٹ (غیریقینی ضرورتوں کو پورا کرنے والا فنڈ)۔ یہ تمام ادارے روس اور چین نے مل کر بنائے ہیں۔ روس اور چین کے یہ ادارے نہ صرف معاشی معاملات میں تعاون کو یقینی بنائیں گے، بلکہ انھیں دیگر شعبوں میں بھی استحکام فراہم کریں گے۔ معاشی استحکام کا تعلق بنیادی طور پر وسائل کے ساتھ ہوتا ہے۔

20/جنوری 2015ء کو 167 ملکوں کی ایک فہرست جاری ہوئی، جس میں دنیا کے مرکزی بینکوں کے مطابق غیرملکی زرِمبادلہ جو ڈالر کی شکل میں تھے‘ کے ذخائر ظاہر کیے گئے۔ اس کے مطابق دنیا میں 3 کھرب 946 ارب ڈالر کے ساتھ چین زرِمبادلہ کے ساتھ سب سے پہلے نمبر پر تھا۔ جب کہ برطانیہ 139 ارب کے ساتھ 17ویں نمبر پر اور امریکا 133 ارب کے ساتھ 18ویں نمبر پر شمار ہوا۔ اسی فہرست کے مطابق روس 386 ارب ڈالر کے ساتھ 6ویں نمبر پر اور ہندوستان 319 ارب کے ساتھ 9ویں نمبر پر تھا۔ لہٰذا یہ دعویٰ کرنا کہ امریکا سیاسی طور پر دنیا کی قیادت کر رہا ہے اور روس معاشی طور پر کمزور گیا ہے اور وہ دنیا میں تنہا رہ گیا ہے، محض ایک طفلانہ خواہش ہوسکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔

مجالس ؛ افاداتِ علم وحکمت

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے قیام سے ہی یہ روایت موجود رہی ہے کہ نمازِ جمعہ کے بعد حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری مدظلہٗ کے ساتھ احباب کی استفادہ نشست ہوتی ہے۔جنوری 2015ء کے شمارے سے ان افادات کوشائع کر کے ہم مجلّہ رحیمیہ کے تمام قارئین کو اس استفادہ نشست میں شامل کر رہے ہیں۔اس مجلس کی ریکارڈنگ اور جمع وترتیب کے فرائض قاری عبدالرشید صاحب نے انجام دیے۔قارئین سے گزارش ہے کہ اس سلسلے میں ادارہ کو اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ (مدیر)

مجلس نمبر 1/3۔07 رنومبر 2014ء - مقام: ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ، لاہور

سوال: حضرت! انٹرنیشنل مارکیٹ میں تیل سستا ہو رہا ہے۔شام میں ایک پائپ لائن پر داعش نے قبضہ کر رکھا ہے۔یہ کیا ماجرا ہے؟ اور ہمارے ملک میں دن بدن بدامنی بڑھ رہی ہے۔ہمارے لیڈر دعوے تو بہت کر رہے ہیں، لیکن کوئی نتیجہ نظر نہیں آتا۔

حضرت اقدس: آپ دیکھیں کہ 1980ء کی دہائی میں بھی تیل کی قیمتیں گرائی گئی تھیں۔سعودی عرب پر زیادہ تیل نکالنے کے لیے دباؤ ڈالا گیا۔چوں کہ روس کی ترقی کا مدار تیل اور گیس کے اوپر ہے۔دنیا بھر میں تیل کا سب سے بڑا سپلائر روس ہے۔جیسے ہی تیل اور گیس کی قیمت کم ہوتی ہے تو روس کی معیشت کو نقصان پہنچتا ہے۔اب امریکا نے تو ایک اَور متبادل طریقہ شیل آئل کا نکال لیا ہے۔ابھی جان کیری سعودی عرب گیا تھا، اور اُردن اور ان علاقوں میں پھرتا رہا، دراصل وہ تیل ہی کا معاملہ تھا۔تیل زیادہ نکالنے کے لیے سعودی عرب پر دباؤ ڈالنا مقصود تھا۔سعودی عرب بظاہر انکار کے باوجود دباؤ قبول کیے ہوئے ہے۔جیسا کہ اُس نے 80ء میں کیا تھا۔اس وقت اوپیک تیل کی فاضل پیداوار جاری رکھے ہوئے ہے، تاکہ روس پر دباؤ بڑھے۔چوں کہ روس پر پابندیاں لگا کر اُس کو اپنے پریشر میں لانے کی کوشش کی جارہی ہے، تاکہ اُس کی معیشت تباہ ہو۔اس لیے روس کا سفیر پاکستان میں آیا تھا کہ تیل آپ کو دینا چاہتے ہیں۔

اِدھر داعش کے نام سے امریکا کا ایک نیا ڈرامہ سامنے آرہا ہے۔ایک طرف امریکا کی جانب سے اُس کے مقبوضہ علاقوں پر بمباری ہو رہی ہے۔جب کہ دوسری طرف داعش شام میں تیل کے لیے نئے کنوئیں کھود رہی ہے۔عجیب بات یہ ہے کہ بمباری سے تیل کے پُرانے کنوئیں تو تباہ نہیں ہوئے۔اُن سے وہ بدستور تیل نکال رہے ہیں اور عالمی مارکیٹ میں فروخت کر رہے ہیں۔وہ کوئی سونا چاندی تو ہے نہیں جو وہ چھپا کر فروخت کرتے ہیں۔تیل تو بڑے بڑے کنٹینروں میں جارہا ہے۔اور بلیک مارکیٹ میں لوگ خرید رہے ہیں۔بلیک مارکیٹ کن لوگوں کی ہے؟ سب کو معلوم ہے۔کیا دنیا کی عام نظروں سے وہ بلیک مارکیٹ اوجھل ہے؟ کیا آپ کے شہر میں کوئی کام ہو رہا ہو اور آپ کی پولیس کو معلوم نہ ہو؟ جب ایک شہر کی پولیس کو معلوم ہوسکتا ہے تو عالمی قوتوں کو کیوں معلوم نہیں کہ کون سا تیل کہاں سے نکلا ہے اور کہاں فروخت ہو رہا ہے؟ کیا یہ عالمی ایجنسیوں سے چھپا ہوا ہے؟ یہ تو پورے علاقے کو کیپچر کرنے کے لیے سارا دھوکا ہے۔

دہشت گردی داعش کی ہو یا کسی اور نام نہاد مذہبی گروپ کی' ان سب کی سرپرستی دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ہی کرسکتا ہے اور وہ امریکا ہے۔جیسا کہ امریکی سینٹ میں سی آئی اے کی دہشت گردی سے متعلق پیش کردہ اعداد وشمار سے معلوم ہو چکا ہے کہ سب سے بڑی تشدد پسند ریاست امریکا ہے۔جس میں خفیہ اداروں نے گوانتاناموبے میں انسانیت پر بدترین تشدد کا اعتراف کیا ہے۔ 1960ء کی دہائی میں جمال عبدالناصر نے کہا تھا کہ جہاں دہشت گردی ہو تو سمجھو کہ اُس کے پیچھے امریکا ہے۔

سوال: حضرت! کل کسی اخبار نے خبر دی کہ اب دوبارہ کولڈ وار والی سیاست شروع ہو چکی ہے۔اس کی وجہ سے بین الاقوامی امن خراب ہوگا؟

حضرت اقدس: معاملہ تو یہ ہے کہ اگر کولڈ وار شروع ہوگی تو میدانِ جنگ ماشاءاللہ ایشیا اور افریقا پر مشتمل آپ کا خطہ ہوگا۔چوں کہ یورپین نسلوں نے تو یہ طے کر رکھا ہے کہ وہ اپنی جنگ نہ یورپ میں لڑیں گے اور نہ ہی امریکا میں۔وہ اپنی جنگ ایشیا اور افریقا میں لڑیں گے، اب پینٹاگون نے پاکستان کے خلاف باقاعدہ رپورٹ تیار کی ہے کہ انڈیا اور پاکستان افغانستان میں عدمِ استحکام پیدا کرتے ہیں۔ادھر انڈیا نے آپ کے اوپر پریشر بڑھایا ہے۔

اب حالات آپ کے لیے دن بدن خراب کیے جارہے ہیں۔اگر آپ کی چاروں سرحدوں پر فوج پر پریشر بڑھتا ہے، ملک کو متحد رکھنے والی منظّم طاقت کمزور پڑتی ہے اور اُسے ہی کمزور کرنا اُن کا مقصد ہے۔جس دن فوج کمزور ہوئی، تو پھر تُو کون اور میں کون۔ ان سیاسی پارٹیوں میں تو یہ اہلیت نہیں ہے کہ یہ چاروں صوبوں کو اکٹھا رکھنے کی کوئی حکمتِ عملی بناسکیں۔یہ تو ایک صوبے کو بھی اکٹھا رکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔خیبر پختونخواہ میں ہزارہ پختون جھگڑا، سندھ میں سندھی اور مہاجر جھگڑا، بلوچستان میں بلوچ اور پشتون جھگڑا۔یہ تو ایک صوبے کو اکٹھا رکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے، جہاں ان کی حکومتیں ہیں۔ چاروں صوبوں کو اکٹھا رکھنے کی کیا اہلیت رکھیں گے۔

سوال: حضرت! یہ بہاولپور اور سرائیکی صوبے کا کیا معاملہ ہے؟ آج کل اس پر بھی بڑی سیاست ہو رہی ہے۔

حضرت اقدس: سرائیکی تو معصوم ہیں۔بے ضرر قوم ہے۔اس لیے صوبہ نہیں بنا سکی۔آرام سے ایک سائیڈ پر پڑی ہوئی ہے۔البتہ سرائیکی لیڈروں نے ہی اس قوم کا بیڑا غرق کیا ہے۔جب ون یونٹ بنا تھا تو بہاولپور ایک ریاست کے طور پر اس کا حصہ بنی تھی۔جب ون یونٹ کو ختم کیا گیا تو بہاولپور پہلے بھی صوبہ تھا۔صوبے کے طور پر اُس کا بحال ہونا قانونی تھا، لیکن ماشاءاللہ سرائیکی علاقے کے دو چار لیڈر یحییٰ خان نے خرید لیے۔ان کو چپ کرا دیا۔پیسے اور جاگیریں دے دیں۔کھانے پینے کو کچھ دے دیا۔باقی جن لوگوں نے صوبے کے لیے تحریک چلائی، سب کچھ کیا۔لوگ ماریں کھاتے رہے اور جیلوں میں گئے، سب بے کار گیا۔جب لیڈر ہی خرید لیے گئے تو باقی کیا رہا۔

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوری رابع و مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے 10/ جنوری 2014ء/ 8/ ربیع الاول 1435ھ کو جامعہ تعلیم القرآن ریلوے مسجد ہارون آباد ضلع بہاولنگر میں نمازِ جمعہ کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے خطبہ مسنونہ کے بعد قرآن حکیم کی آیت اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَأَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ (19:58) کے تناظر میں گفتگو کرتے ہوئے مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے:

قومی و سماجی انتشار کی وجہ تقسیم کا نظریہ ہے

''آج ہمارے اجتماعی اور انفرادی مسائل کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم کسی ایک نظم و ضبط کے تحت زندگی بسر کرنے کے خوگر نہیں رہے۔ فرقہ واریت ہمارے معاشرے میں سرایت کر چکی ہے۔ مذہب کے نام پر فرقوں کی تقسیم، فرقوں کے نام پر مسجدوں کی تقسیم، پھر ایک ایک فرقے کے ہر ہر خطیب کی الگ الگ مسجد اور الگ الگ خطیب، الگ الگ خطبے۔ یہ تقسیم در تقسیم کا عمل ہے، جس نے ہمارے پورے معاشرے کو انتشار کے اندر مبتلا کر دیا۔ ہمارے ہاں نہ صرف مذہبی تقسیم ہے، بلکہ سیاست کے نام پر بھی پارٹیوں کی تقسیم موجود ہے۔ مذہب کی تفریق میں اگر کفر کے فتوے داغے جاتے ہیں تو سیاست کی تقسیم میں غداری کے فتوے تقسیم کیے جاتے ہیں۔ نہ صرف سیاسی تقسیم، بلکہ اقتصادی اور معاشی تقسیم بھی موجود ہے کہ امیر امیر سے امیر تر اور غریب غریب سے غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ طبقاتی تقسیم پورے معاشرے پر مسلط ہے۔ نفرتیں اور لوٹ مار ہے۔ کسی ایک جگہ پر کام کرنے والے ورکر انسانی حقوق ادا کرنے کی ذمہ داریاں پیشِ نظر نہیں رکھتے۔ اور نہ ہی کام کرانے والے لوگ کام کرنے والوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔

اسی طریقے سے ہمارے معاشرے میں صوبائی اور لسانی عصبیت کی بنیاد پر تقسیم ہے۔ اس طرح زبان اور مذہب کی بنیاد پر فکر اور نظریہ، سیاست اور معیشت، بلکہ پوری سماجی زندگی تقسیم در تقسیم کا شکار ہو چکی ہے۔ جب کہ دنیا کی کوئی سوسائٹی اس وقت تک ترقی نہیں کرتی، جب تک کہ اس میں ہر طرح سے وحدت نہ ہو، فکری وحدت، سیاسی وحدت، معاشی اور اقتصادی وحدت، اور پھر جس مذہب یا دین سے وابستہ ہوں، اس پر اعتماد و یقین کے حوالے سے وحدتِ فکر و عمل ہونا ضروری ہے۔ خاص طور پر مذہب کے نام سے تقسیم اور انتشار کا ہونا بڑی خرابی کی بات ہے۔ 18 کروڑ لوگ اگر کسی ایک فکر، نظریے اور عمل پر متحد نہیں ہوتے، ان میں وحدت پیدا نہیں ہوتی تو سوسائٹی کی اجتماعی صورت گری بھی ممکن نہیں ہوتی، بلکہ انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔ ان میں تضاد کا عمل گہرا ہوتا رہتا ہے اور یہی تضاد دراصل سوسائٹی کے بنیادی مسائل کا سبب بنتا ہے۔''

دلوں میں اتحاد، نیت کی درستگی، عمل کو نتیجہ خیز بناتے ہیں

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''دلوں اور نیتوں کی بنیاد پر دراصل انسانوں اور قوموں کے فیصلے ہوتے ہیں۔ زبان سے تو آدمی بہت اچھی اور عمدہ گفتگو کرتا ہے، لیکن دلوں میں بغض ہے، عداوت ہے، تکبر ہے، نفرتیں ہیں، نیتوں میں فساد ہے، تو دراصل انتشار ہی انتشار ہے۔ علما سے آپ نے یہ حدیث سنی ہوگی کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''إنّما الأعمال بالنِّيّات.'' (بخاری) اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ اور نیتوں کا تعلق دلوں کے ساتھ ہے۔ نیت زبان سے نہیں ہوتی، نیت دل سے ہوتی ہے۔ دل میں خرابی ہے، نیت بُری ہے، ارادے اور عزائم درست نہیں، اس میں انتشار ہے، اس میں افتراق ہے، تو ظاہری تمام اعمال میں بھی افتراق و انتشار ہوگا۔ اگر دلوں میں اتحاد، نیت کی درستگی، دل کی درستگی موجود ہے، تو دراصل عمل کے اندر بھی درستگی ہوگی۔ آج ہمارے انفرادی اور اجتماعی مسائل کی بنیادی وجہ ہمارے دلوں کی خرابی ہے، ہماری نیتوں کا فساد ہے، ہمارا اجتماعی ذمہ داریوں سے روگردانی کا عمل ہے، ہماری سوچ اور فکر میں انتشار کی بات ہے۔ یہی انتشار ایک روگ بن کر ہمارے وجود میں سرایت کیا ہوا ہے۔ یہ دلوں ہی کی خرابی ہے کہ ہمارے معاشرے میں حسد، کینہ، بغض، عداوت، نفرتیں، انسانیت دشمنی، جھوٹ، بددیانتی، ملاوٹ اور دوسرے انسانوں کے انسانی حقوق کو نہ سمجھنا ہے۔ اور یہی دراصل ہماری روحانی بیماریاں ہیں۔ یہی روح اور دلوں کے امراض ہیں۔ قرآن حکیم نے منافقین کے بارے میں کہا ہے کہ: في قلوبهم مرض. ان کے دلوں میں مرض ہے، دلوں میں بیماری ہے، دلوں کی بیماری نفاق کو پیدا کرتی ہے، کہ زبان سے آپ کچھ اَور کہہ رہے ہیں اور دل میں کچھ اَور رکھتے ہیں۔ عمل آپ کا کچھ اَور ہے، نیت آپ کی کچھ اَور ہے، فکر میں کچھ اَور سوچ رہے ہیں، یہی مرض ہے۔

مسلمان کی خصوصیت تو قرآن نے یہ بیان کی: ''اللہ سے ڈرو اور درست بات کرو۔'' جو بات کہہ رہے ہو، وہی عمل میں آنی چاہیے۔ جو بات کر رہے ہو، جو عمل کر رہے ہو، جو کام کر رہے ہو، وہی دل میں ہونا چاہیے۔ تم وہ بات کیوں کہتے ہو، جو کرتے نہیں۔ عمل اور قول کے درمیان تضاد، جو خرابی کی جڑ ہے۔ یہی روحانی بیماری ہے۔ یہی عقل و شعور کا مسخ ہونا ہے۔ جب قوموں کی عقل و شعور ماری جائے اور دل میں نفاق ہو جائے اور گرد و پیش کے حقائق کا درست تجزیہ کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جائے، تو اسی منظر نامے کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے کہ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَأَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ان پر شیطان نے تسلط حاصل کر لیا ہے اور ان کو اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے۔ فَأَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ سے مراد اللہ کا قانون، اللہ کا ضابطہ، اللہ کا دین، اللہ کے احکامات و فرامین، گویا کہ یہ تمام احکامات اس کی زندگی سے نکل گئے۔ وہ بھول گیا کہ اللہ کے قوانین کیا ہیں؟ اللہ کا ذکر کیا ہے؟ اللہ کا ضابطہ کیا ہے؟ وہ ضابطہ خدا پرستی کے ساتھ انسان دوستی کا ہے۔ سچائی، عدل، انصاف، انسان دوستی، انسانوں کے حقوق ادا کرنا، سخاوت، عفت، عصمت، تقویٰ وغیرہ وغیرہ، یہ اللہ کا ذکر ہے۔ اللہ کے قوانین اور ضابطے ہیں۔''

www.rahimia.org

اللہ تعالیٰ کے قانون اور ذکر سے روگردانی کے نتائج

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''قرآن حکیم نے سینکڑوں آیات میں صبر کا حکم دیا۔ سچائی کا حکم دیا، عدل وانصاف کا حکم دیا، انسانوں کے ساتھ خیرخواہی کا حکم دیا، پورا تولنے اور پورا ناپنے کا حکم دیا، انسانی معاشرے کی ترقی کے لیے واضح احکامات دیے، یہی اللہ کا ذکر ہے۔ جب کسی ماحول پر شیطان کا تسلط ہوجائے اور دلوں میں امراض پیدا ہوجائیں تو اللہ کا یہ ذکر بھول جاتا ہے۔ گویا کہ اللہ کے ذکر سے روگردانی کرنے کے نتیجے میں دنیا تنگ ہوتی ہے۔ دنیا کی مصیبتیں آتی ہیں۔ قرآن نے کہا ہے کہ جو آدمی اللہ کے اس قانون سے روگردانی کرتا ہے، وہ اس دنیا میں بھی اندھا ہے اور سزا کا مستحق ہے اور آخرت میں بھی اندھا ہے۔ اس کے لیے یہ دنیا کی زندگی تنگ کردی جاتی ہے۔ قرآن نے کہا: ''جس نے میرے اس قانون، ضابطے اور ذکر سے اعراض اور رُوگردانی کی، میں اس کی معیشت کم کردیتا ہوں۔'' معیشت دنیا کی زندگی کے گزر اوقات، دنیا کی معاشی سرگرمیوں، سیاسی اور اجتماعی سرگرمیوں میں تنگی پیدا کردیتا ہوں۔ اور یہ تو دنیا کی سزا ہوتی ہے۔

قرآن نے نقشہ کھینچ کر کہا کہ: ''ہم ایسے انسان کو قیامت میں اندھا اٹھائیں گے۔'' وہ آدمی قبر میں سے جب اٹھے گا تو اللہ سے پوچھے گا: یا اللہ! تو نے میرا حشر اندھے کے طور پر کیوں کیا ہے؟ میں تو دنیا میں بہت تیز نظر رکھتا تھا، دور دراز تک میری نظر چلتی تھی، میں تو دنیا میں بہت تیز، چالاک، تیز طرار آدمی تھا۔ کاروبار میں بھی، لین دین میں بھی، فلاں کام میں بھی، میرے جیسا تو چالاک اور چرب زبان دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ اللہ سے پوچھے گا تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ تو اللہ فرمائیں گے کہ: بات دراصل یہ ہے کہ تو نے دنیا میں میرے قانون سے آنکھیں بند کیے رکھیں۔ نظریں تو تیری بڑی تیز تھیں، لیکن یہ تیز نظریں دولت کی طرف رہتی تھیں۔ سرمائے کی طرف رہتی تھیں، ظلم اور زیادتی کی طرف رہتی تھیں۔ انسان دشمنی کی طرف رہتی تھیں۔ حسد، بغض، انتقام پیدا کرنے کی طرف رہتی تھیں۔ جو اللہ کا اصل قانون اور ضابطہ ہے، اس کی طرف تیری توجہ نہیں ہوتی تھی۔ تیرے پاس میری آیات آئی تھیں، اور تو نے انھیں بھلا دیا۔ تو نے انھیں پس پشت ڈال دیا۔ بہت سمجھایا گیا تمھیں، بہت بتلایا گیا کہ سچائی کیا ہے اور سچائی قائم کرنا کیوں ضروری ہے۔ عدل کیا ہے، عدل قائم کرنا کیوں ضروری ہے، عفت وعصمت اور دوسرے حقوق ادا کرنا کیوں ضروری ہیں۔ وہ تو نے بھلا دیا۔ تو آج ہم نے بھی تمھیں بھلا دیا۔ تیری آنکھیں دنیا بھر میں قرآن کے قانون سے اندھی رہیں۔ تو آج تیری آنکھیں کیوں اندھی نہ ہوں؟ اس لیے آج تجھے بھی اندھا اٹھایا گیا ہے۔ تو قرآن نے دو ٹوک انداز میں واضح کردیا کہ جو قرآن کے قانون، اس کے ضابطے، اس کے اَخلاق کو نظرانداز کرتا ہے، اس کا حشر ایسا ہی ہوتا ہے۔''

اجتماعی جرم پوری قوم کی تباہی اور بربادی کا باعث بنتا ہے

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

''ایک اور بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ جب اس طرح کی آیات واحادیث سنائی جاتی ہیں، تو لوگ سمجھتے ہیں کہ انفرادی طور پر ہر ہر فرد کو قرآن نے مخاطب کیا ہے۔ ٹھیک ہے، فرد کو بھی مخاطب کیا ہے، لیکن فرد سے زیادہ جماعت کو مخاطب کیا ہے ؏

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے ، تنہا کچھ نہیں

فرد جماعت کا حصہ ہے اور قیامت کے دن انسانوں کا حشر جماعتوں کے ساتھ ہوگا۔ یعنی کسی جماعت، کسی سوسائٹی، کسی ملک کے اندر رہنے والے لوگ اگر اجتماعی طور پر کسی بنیادی مرض میں مبتلا ہیں تو اس کا اجتماعی عذاب اس قوم پر آتا ہے۔ چاہے ان میں کچھ سچے لوگ بھی ہوں۔ جماعت کی اجتماعیت بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ آج کا جو سب سے بڑا اَلمیہ ہے، وہ یہ ہے کہ یہ جھوٹ، بددیانتی، ناانصافی، انسان دشمنی، حسد، کینہ، بغض، عداوت اب انفرادی نہیں رہا، بلکہ اجتماعی ہوگیا ہے۔ اجتماعی کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ملک میں موجود ہماری پوری اجتماعیت، ہمارا پورا سسٹم، پورا معاشرہ ان امراض کے اندر نہ صرف مبتلا ہے، بلکہ ان بیماریوں کی بنیاد پر ہم نے سسٹم کھڑا کردیا، جھوٹ کا باقاعدہ ایک نظام بن گیا ہے۔ آج سے سو، دو سو سال پہلے ماحول میں فرد جھوٹ بولتا تھا، لیکن نظام یا اجتماعیت جھوٹ کے خلاف ایک سوچ اور نظریہ رکھتی تھی۔ جھوٹے کو جھوٹا سمجھا جاتا تھا اور جھوٹے کو مجبور ہونا پڑتا تھا کہ وہ اپنا جھوٹ چھوڑ کر سوسائٹی کا ساتھ دے۔

آج کتنا بڑا فساد پیدا ہوگیا کہ ظلم باقاعدہ ''سیاست'' بن گیا۔ ظلم کی باقاعدہ ''معیشت'' وجود میں آگئی۔ تاجروں سے پوچھو تو وہ کہتے ہیں کہ ظلم کیے بغیر تو ہماری تجارت میں فائدہ ہی کوئی نہیں۔ عدالت والوں سے پوچھو تو کہیں گے کہ جھوٹے قاعدے کہ جب تک جھوٹی گواہیاں نہیں دوگے، مقدمہ نہیں چلے گا۔ جھوٹ کا درس مان لیا جاتا ہے۔ جھوٹے مقدمے، جھوٹی گواہیاں، جھوٹی عدالتیں، جھوٹی سیاست، جھوٹی معیشت، جھوٹی تجارت، جھوٹے سسٹم چلانے والے، بیوروکریسی، سیاست دان، پورے ملک کے حکمران طبقات، وہ جھوٹ کی بنیاد پر پورے ملک کا سسٹم چلاتے ہیں۔ اور ہم اجتماعی طور پر اس جھوٹ کو، اس ظلم کو، اس بداَخلاقی کو قبول کیے ہوئے ہیں۔

آج کا جرم انفرادی سے زیادہ اجتماعی ہے۔ اجتماعی جرم پوری قوم کی تباہی اور بربادی کا باعث بنتا ہے۔ آپ کا ایک فیصلہ اگر اجتماعی طور پر غلط ہے تو پورے اجتماع کی تباہی و بربادی کا سبب بنے گا۔ انفرادی جرم تو آپ کی ذات تک محدود ہے۔ آپ نے کوئی انفرادی غلط فیصلہ کیا' اس کی زیادہ سے زیادہ سزا آپ بھگتیں گے۔ آپ نے اگر کوئی اجتماعی غلطی کی تو اس کی سزا پوری جماعت اور ملک وقوم کو ملے گی۔ سوچنے کی بات ہے کہ آخر ان بداعمالیوں کی جو سزا ہمیں مل رہی ہے، کیا ہم اس سزا کے دائرے سے نکلنا چاہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سوچنے، سمجھنے اور درست عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!''

www.rahimia.org

بچوں کا کالم ○○○○ چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

اپنے دل، دماغ اور جسم کو دوسروں کے لیے مفید بنائیں

(چوہدری افضل حق آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ اپنی قوم کی تعلیم و تربیت اور اَخلاقی معیار کی بلندی ہمیشہ ان کے پیشِ نظر رہی۔ ذیل میں ان کے اُن خطوط کی تلخیص شائع کی جارہی ہے، جو اُنھوں نے 1939ء میں راولپنڈی جیل سے اپنے بچوں کے نام لکھے۔ دراصل ان کے مخاطب قوم کے ہر دور کے نونہال ہیں۔ مدیر)

نورِ چشمی۔ السلام علیکم

تمھارا خط آیا' ایک پہلے خط میں بھی تم نے امتحان میں اپنی کامیابی کی خبر سنائی۔ اب اس خط میں بھی وہی بات لکھی۔ بلقیس نے نہ خود لکھا نہ اُس کی بابت تم نے اطلاع دی کہ ہر مضمون میں اس کے کتنے نمبر ہیں۔ شمس الحق کی لکھائی ایسی بُری ہے کہ وہ مجھے خط لکھتے شرمندہ ہوتا ہوگا، معلوم نہیں وہ کیسے پاس ہوگیا۔ ایسا بدخط بچہ تو بالکل پاس ہونے کے قابل نہیں۔ اُن بچوں کے خط کی لکھائی خراب ہوتی ہے، جو لکھنے پڑھنے اور عادات کے لحاظ سے بے پرواہ ہوں۔ ابتدائی جماعتوں میں وہ کیسا اچھا پڑھتا تھا۔ اب تو جماعت بھر میں پھسڈّی ہوگا۔ بہرحال اس کو کہو کہ وہ اپنے قلم سے اپنے امتحان کے نمبر اور اپنی صحت کے حالات لکھے۔

اُس انسان کی روح دنیا میں اطمینان سے رہتی ہے جس کے دل میں خودغرضی نہ ہو' وہ دوسروں کی خاطر خود تکلیف اُٹھانے کو تیار ہو۔ جس شخص کا جسم مضبوط اور جس کے دل میں دوسروں کو آرام میں دیکھ کر خوشی کی لہر دوڑ جائے اس کے لیے یہ دنیا اطمینان کی جنت بن جاتی ہے۔ وہ بچے جو ہر وقت دوسروں سے لڑتے جھگڑتے رہیں دوسروں کے پاس اچھی چیزیں دیکھ کر جن کا دل للچاتا رہے یا دوسروں کی کامیابی پر مونہہ بسورتے رہیں وہ ساری عمر اپنے ہی دل کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔

پیارے بچو! دنیا میں خوش رہنے کی عادت ڈالو، اس کی صورت یہی ہے کہ سب کی بھلائی چاہو، اپنے دل، دماغ اور جسم کو اس بات کے قابل بناؤ کہ تم دنیا کے کام آسکو اور خود خوش رہ سکو۔ اس کے علاوہ خدا کی عبادت سے بھی خوشی حاصل ہوتی ہے اور آدمی بہت سی برائیوں سے بچا رہتا ہے، کیوں کہ عبادت کے خیال سے دل بُری باتیں سوچنا چھوڑ دیتا ہے۔ اچھے خیالات میں مگن رہنے سے برائی پاس نہیں آتی۔

پس بچپن میں یہ خیال رکھو کہ ہم تعلیم اس لیے حاصل کر رہے ہیں کہ بڑے ہوکر اہلِ دنیا کی اچھی طرح خدمت کرسکیں گے۔ اچھی صحت قائم رکھنے کا بھی یہی مطلب ہونا چاہیے کہ بیماری کی تکلیف سے خود بھی بچیں اور دنیا میں بسنے والے لوگوں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرسکیں۔ جس ملک اور قوم میں دوسروں کی خدمت کا خیال زیادہ ہوتا ہے' وہی ملک اور قوم ترقی کرتے ہیں۔ اور جس ملک کے نوجوان اپنی غرض اور فائدے کے لیے دوسروں کو قربان کردیں وہ ملک اور قوم کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا ثابت ہوتے ہیں۔

خواتین کا کالم — انیس احمد سجاد، لاہور

بچوں کی تعلیم و تربیت میں تشدد سے گریز

بچوں کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے ہمیں آج اکثر والدین پریشان نظر آتے ہیں اور انھیں یہ بات سجھائی نہیں دیتی کہ وہ کس طرح سے بچوں کی مثالی تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں۔ کیوں کہ بچے مستقبل کا سرمایہ ہوتے ہیں اور تمام والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ بچوں کی ایسی تعلیم و تربیت کریں، جس سے نہ صرف ان بچوں کا مستقبل سنور جائے، بلکہ وہ والدین اور خاندان کے لیے نیک نامی کا باعث بھی بنیں۔ والدین چاہتے ہیں کہ اُن کا بچہ انتہائی تمیزدار، اطاعت گزار، فرماں بردار، بڑوں کا احترام کرنے والا، لڑائی جھگڑے اور گالی گلوچ سے نفرت کرنے والا ہو۔ والدین کی یہ خواہش عین فطرت کے مطابق ہے۔ واقعی تمام والدین کے بچوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے، لیکن اس میں عموماً والدین سے جو غلطی سرزد ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ وہ بچوں کو بچہ سمجھنا چھوڑ کر اُن سے ایک بڑے، سمجھ دار اور تربیت یافتہ انسان جیسی توقعات وابستہ کرلیتے ہیں۔ حال آں کہ ابھی وہ بچے ہیں۔ اُن کی تعلیم و تربیت میں عمر، دلچسپیوں اور مشاغل کا لحاظ رکھنا بہت اہم ہے۔ بسااوقات والدین غیر لچک دار طریقے سے اُنھیں خاص رویوں میں ڈھالنا چاہتے ہیں۔ جب بچہ ان کی مطلوبہ خواہشات اور آرزوؤں پر پورا نہیں اُترتا اور اُس کے رویے کو وہ خلافِ توقع پاتے ہیں تو اُس سے اُن کا غصہ اور چڑچڑاپن بڑھ جاتا ہے اور یوں وہ بچے کو سخت سزا دینے پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ اور وہ سزا اصلاح کے دائرے سے نکل کر انتقام اور دل کی بھڑاس نکالنے کے دائرے میں چلی جاتی ہے۔

اسلامی تعلیمات میں جہاں بھی سزا کا تصور ہے، اُس کا تعلق انتقام یا مارنے والے کے دل کی بھڑاس نکالنا نہیں، بلکہ اُس کا بنیادی مقصد اصلاح ہے۔ یہ بات ہمارے پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ سزا سے بچے سدھرتے نہیں، بلکہ سزا سے بعض اوقات بچے بگڑ بھی جاتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں ہمیں اس طرح کے معاملات میں نرمی اور حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے بچوں کے ساتھ ایسا طرزِ عمل اختیار کریں، جس سے شفقت اور محبت کے ذریعے بچوں کو راہِ راست پر لایا جائے۔ ہمیں بچوں کی تعلیم و تربیت میں اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ انھیں ایسی سزا نہ دی جائے، جس سزا کے نتیجے میں اُن کے اندر بغاوت پیدا ہو اور اُن میں اچھا انسان بننے سے زیادہ بگڑنے کے امکانات پیدا ہوجائیں۔ ہمیں اس بات کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ بچے کو کبھی بھی دوسروں کے سامنے سزا نہ دی جائے۔ خاص طور پر مہمان اور اُن کے ہم عمر بچے کے سامنے۔ کیوں کہ اس سے بچے کی عزتِ نفس پامال ہوتی ہے اور وہ اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ذلیل و رُسوا ہونا پسند نہیں کرتا۔ اس کے نتیجے میں خود بچے کے اندر والدین کے لیے انتقام کے جذبات پیدا ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ سزا کے ذریعے آپ وقتی طور پر بچے کو کسی چیز سے روک سکتے ہیں، مگر اُس کی عادت کو تبدیل نہیں کرسکتے۔ اس کے برخلاف سزا بچے کے اندر غصہ، نفرت اور اشتعال کے جذبات پیدا کردیتی ہے۔

نصیحت آموز حکایات

مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کی خداداد ذہانت

ولی اللّٰہی خاندان کے عظیم چشم و چراغ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کو اللہ تعالیٰ نے خاص ذہانت و فطانت عطا فرمائی تھی۔ وہ روزمرہ معاملات کو اپنی خداداد ذہانت کے سبب چٹکیوں میں حل کرلیا کرتے تھے۔ اسی حوالے سے اُن کی زندگی کے چند حالات پیش خدمت ہیں۔

حضرت امیر شاہ خان صاحب اپنی کتاب ''امیر الروایات'' میں لکھتے ہیں:

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ اور مولوی فضل حق صاحب کے درمیان تحریری مناظرہ ہو رہا تھا تو شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کا قاعدہ تھا کہ جب آپ کے پاس مولوی فضل حق صاحب کی تحریر پہنچتی تو فوراً جواب دے دیتے۔ اور بعض اوقات تو ایسا ہوتا کہ آپ تیر رہے ہوتے اور تیرنے کی حالت میں ہی آپؒ کے پاس تحریر پہنچی۔ آپؒ نے تیرتے ہی تیرتے اس کا جواب لکھوا دیا۔

مولانا حکیم جمیل الدین صاحب سلّمہٗ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ: مولانا اسماعیل شہیدؒ کا ذہن اس درجہ سریع الانتقال (ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہونے والا) واقع ہوا تھا کہ وہ بیک وقت پانچ آدمیوں کو سامنے بٹھلا کر پانچ مختلف مضامین لکھواتے تھے اور اس طرح بتلاتے اور املا کراتے کہ کسی کا بھی قلم نہ رُکتا تھا۔

میر پنجہ کش صاحب بہت خوش خط تھے اور مولانا شاہ محمد اسماعیلؒ خوش خط لکھنے میں مہارت نہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ میر پنجہ کش صاحب نے مولانا شاہ محمد اسماعیلؒ سے فرمایا کہ: تم نے لکھنا کیوں نہیں سیکھا؟ مولانا شاہ محمد اسماعیلؒ نے ایک جیم خود لکھا اور ایک ان سے لکھوایا اور ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ کہا: جیم۔ اور پھر اپنے لکھے کو پوچھا تو انھوں نے اس کو بھی جیم بتلایا۔ فرمایا کہ: ''بس لکھنا اتنا ہی کافی ہے کہ لکھا ہوا سمجھ میں آجائے۔''

مولانا شاہ محمد اسماعیلؒ بچپن میں بہت ہی شوخ اور تیز طبیعت کے مالک تھے، جیسا کہ ذہین و فطین بچے ہوا کرتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ ہر چند چاہتے تھے کہ یہ اُن کے وعظ میں آیا کریں، تاکہ ان کی ذہانت کو علم اور معلومات سے جلا ملے۔ مگر یہ بھاگتے تھے۔ ایک روز لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے آئے۔ شاہ صاحبؒ اس وقت بیت الخلا میں تھے، ان کو خبر نہ تھی۔ حضرت شاہ محمد اسماعیلؒ نے لڑکوں سے کہا کہ میں وعظ کہتا ہوں، تم لوگ میرا وعظ سنو۔ اور درخت کی سب سے اونچی ٹہنی (شاخ) پر چڑھ گئے۔ اور شاہ صاحبؒ کے وعظ کی بعینہٖ نقل کردی۔ بلکہ اُور اپنی طرف سے بھی نفیس افادات زیادہ کردیے۔ شاہ صاحب اندر سے نکلے تو سب کود کود کر بھاگ گئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ: اب تم کو وعظ میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ گویا شاہ صاحبؒ کا یہی خیال ہوا کہ یہ تو چلتے پھرتے بھی ہمارا وعظ سن کر سیکھ لیتا ہے۔ اس لیے اس کو پابند کرنے کی ضرورت نہیں۔

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی 12 / محرم الحرام 1289ھ / **10** مارچ **1872**ء بروز جمعۃ المبارک کو سیالکوٹ کے قریب ایک گاؤں ''چیانوالی'' میں اپنے والد کی وفات کے چار ماہ بعد پیدا ہوئے۔ دو سال کی عمر میں آپؒ کے دادا کا بھی انتقال ہوگیا تو ان کی والدہ انھیں لے کر اپنے والدین کے گھر جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان چلی گئیں۔ 1878ء میں چھ سال کی عمر میں جام پور میں تعلیم کا آغاز ہوا۔ آپؒ نے اپنے تعلیمی عرصے میں ریاضی، الجبرا، اُقلیدس اور تاریخِ ہند سے متعلق علوم بڑی دلچسپی سے پڑھے۔ 1884ء میں بارہ سال کی عمر میں ایک نومسلم عالم عبیداللہ مالیرکوٹلی کی کتاب ''تُحفۃُ الہِند'' پڑھی۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد آپؒ نے اسلام قبول کیا اور اس کے مصنف کے نام پر آپؒ نے اپنا نام ''عبیداللہ'' رکھا۔

1888ء میں سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق بھرچونڈیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ انھوں نے حضرت سندھیؒ کو اپنا بیٹا بنا کر توجہِ باطنی ڈالی۔ اس اجتماعِ صالح کی برکت سے مولانا سندھیؒ کے قلب میں معاشرتِ اسلامیہ راسخ ہوگئی۔ دو ماہ قیام کے بعد سید العارفین کے خلیفۂ اوّل حضرت مولانا ابوالسراج غلام محمدؒ کے پاس دین پور تشریف لے آئے۔ آپؒ کے اساتذۂ کرام میں مولانا عبدالقادرؒ، مولانا خدا بخشؒ، مولانا احمد حسن کانپوریؒ (شاگرد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ)، مولانا حافظ احمدؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ جیسے جید علمائے کرام شامل تھے۔ امتحان میں مولانا سید احمد دہلویؒ نے حضرت سندھیؒ کے جوابات کی بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ: ''اگر اس کو کتابیں ملیں تو یہ شاہ عبدالعزیز ثانی ہوگا۔''

دہلی سے سندھ میں بھرچونڈی شریف پہنچے۔ حضرت شیخ الہندؒ سے درس و تدریس کا اجازت نامہ آگیا تھا۔ 1891ء میں مولانا ابوالحسن تاج محمود امروٹیؒ کے پاس امروٹ ضلع سکھر تشریف لے گئے اور وہیں آپؒ کی شادی ہوئی۔ 1897ء تک امروٹ شریف میں کتبِ حدیث و تفسیر کی درس و تدریس اور مطالعۂ کتب میں مصروف رہے۔ اسی دوران نشر و اشاعت کا ایک ادارہ ''محمود المطابع'' قائم کیا اور اس مطبع سے سندھی زبان میں ایک ماہ نامہ ''ھدایۃ الاخوان'' کے نام سے شروع کیا۔ 1897ء میں حضرت شیخ الہندؒ نے انھیں سیاسی کام کرنے کا حکم دیا۔ 1901ء کو آپ نے صاحب العلم الثالث پیر رشید الدینؒ کے ساتھ مل کر حیدرآباد کے قریب ''پیر جھنڈا'' میں ایک مرکز ''دارالرشاد'' کے نام سے قائم کیا اور سات سال تک آپؒ نے علمی اور سیاسی کام سرانجام دیے۔ 1909ء میں سندھ سے آپؒ دیوبند منتقل ہوگئے اور ''جمعیت الانصار'' قائم کی۔ جس میں دارالعلوم دیوبند کے فاضلین کی تعلیم و تربیت کا نظام اور تحریکِ حریت پیدا کرنے کے لیے اجلاسات منعقد کیے گئے۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

تأثرات

نوجوانوں کو سرد جنگ میں قتل سے بچانے والے

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ السعید

حافظ عبدالمنان، اسلام آباد

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ؛ اتنا بلند نام اور مقام کہ لکھتے ہوئے دل گھبراتا ہے کہ کہیں کوئی غلطی نہ ہوجائے۔ کہیں بے ادبی نہ ہوجائے۔ لیکن دل اس بات کی بھی گواہی دیتا ہے کہ حضرت اقدسؒ اتنے عظیم رہنما اور مربی تھے کہ ان کی شان میں کچھ تو لکھنا ہی چاہیے۔

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ ایک عظیم رہنما اور مشفق استاد و مربی تھے کہ ناسمجھ نوجوانوں کو بہت شفقت اور آسانی سے سچا نظریہ سمجھا دیتے تھے۔ آپؒ کی مجلس میں بیٹھ کر ذہن کے اُلجھاؤ ختم ہوجایا کرتے تھے۔ نوجوان جو سوال ذہن میں سوچ کر آتے تھے، وہ آپؒ کو دیکھتے ساتھ ہی حل ہوجایا کرتے تھے۔ آپؒ کی مجلس میں بہت کچھ سمجھنے اور جذب کرنے کو ملتا تھا۔ قلب اور ذہن کی کیفیت بدل جایا کرتی تھی۔ کوئی نوجوان کتنے ہی مصائب کا شکار ہو، آپؒ کی مجلس میں بیٹھ کر بہت تروتازہ ہوجایا کرتا تھا۔ اپنے آخری سفر 2012ء میں، جو آپؒ کا شمالی پنجاب، مری، راولپنڈی اور اسلام آباد کا تھا، مجھے عصر کے بعد کی مجلس میں آپؒ کے پاس بیٹھنا ہوا۔ دل چاہتا تھا کہ آپؒ سے استفادہ کیا جائے، لیکن ذہن میں کوئی سوال کی نوعیت ہی پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ جتنے بھی سوالات تھے، وہ آپؒ کی نظرِ کرم سے حل ہوگئے تھے اور دل و دماغ سکون کی کیفیت میں آگئے تھے۔ جیسے کسی کو دن بھر کی تھکاوٹ کے بعد سکون کی نیند میسر آجائے۔ اس دن بے انتہا خوشی اور راحت کی کیفیت تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ حضرت اقدسؒ دوسرے دوستوں کے سوالات کے جوابات دینے میں بار بار میرے اوپر نظرِ کرم ڈالتے۔ ایسا محسوس ہوتا کہ یہ مجلس صرف میرے ہی لیے ہے اَور کوئی اس میں بیٹھا ہی نہیں۔

حضرت اقدسؒ جس جگہ تشریف لے جاتے تھے، وہاں کے نوجوانوں میں بہادری، شعور اور اُمید کی کرن پیدا ہوجاتی تھی۔ ہر چہرہ جو نظام کے جبر اور مسلط کردہ تکالیف و مصائب سے مرجھایا ہوا ہوتا تھا' خوشی سے کھل کھلا اٹھتا تھا۔ بچپن میں مجھے جامعہ امینیہ طہماسپ آباد راولپنڈی میں حضرت قاری عمر فاروق صاحب سے قرآن حکیم حفظ کرنے کا موقع ملا۔ جب حضرت اقدسؒ تشریف لاتے تو مدرسے میں بھرپور خوشی کا سماں ہوتا تھا۔ اس وقت بچپن کی وجہ سے مجھے حضرت اقدسؒ کے دینی شعور اور تسلسل کے حوالے سے تعارف نہیں تھا، لیکن دل کہتا تھا کہ یہ روزانہ آیا کریں۔ مدرسے میں رونق ہوتی ہے۔ نوجوانوں کا حضرت اقدسؒ کے پاس آنا جانا شروع ہوجاتا ہے۔

جب بھی حضرت اقدسؒ کا اسلام آباد یا راولپنڈی کا دورہ ہوتا، نوجوان اپنی تعلیمی اور دفاتر وغیرہ کی مصروفیت سے فارغ ہوکر حضرت اقدسؒ کی صحبت میں چلے آتے اور آپؒ سے مستفید و مستفیض ہوتے۔ حضرت اقدسؒ عمر کے آخری سالوں میں بڑھاپے اور متعدد امراض کے باوجود بھی پورے ملک کے دورے کرتے۔ نوجوانوں کے پاس بیٹھنے اور ان کی فکری و شعوری تربیت کرنے کا تو آپؒ کو حد درجہ اشتیاق تھا۔ جو تعلیم و تربیت کے اعلیٰ اصولوں پر ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ نے دین کا سچا فکر نوجوانوں میں منتقل کردیا۔ انھیں علمائے حق کے ساتھ جوڑ دیا۔ جو نظامِ تعلیم نوجوانوں کو مرعوب کرتا ہے، ان کے شان دار ماضی سے بدظن کرتا ہے، آپؒ نے انھیں نوجوانوں کو لارڈ میکالے کے نظامِ تعلیم کے اثراتِ بد سے محفوظ اور شعوری طور پر مضبوط کردیا۔ ان کے اندر اپنے حقوق کے حصول کے لیے حوصلہ، ہمت اور جرأت پیدا کردی۔ ان کو امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا فکر سمجھا دیا اور علمائے حق کی پہچان کرادی۔ مدرسہ رحیمیہ دارالقرآن اسلام آباد میں جب حضرتؒ اقدس تشریف لایا کرتے تھے تو نوجوانوں میں اعتماد کی کیفیت بڑی حد تک مضبوط ہوجاتی تھی کہ حضرت اقدسؒ اپنے بڑھاپے میں بھی نوجوانوں سے دور نہیں ہیں اور نوجوانوں میں شعور پیدا کرنے کا کتنا بڑا عزم ہے۔ حضرت اقدسؒ کے مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپؒ نے پوری ایک صدی کے نوجوانوں کو دہریت سے بچالیا۔ یقیناً حضرت اقدسؒ ہمارے معاشرے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے گراں قدر تحفہ تھے۔ آج جب لوگ بات کرتے ہیں کہ ولایت کے حوالے سے واقعات بتائیں۔ کیوں کہ عام لوگ واقعات سے ہی اثر لیتے ہیں۔ کسی قوم کے نوجوانوں کو آپؒ کا اپنے بڑھاپے کی عمر تک عقل و شعور کی دولت سے آراستہ کرنا، نیز جس دور میں جہاد کے فتوؤں سے نوجوان کو مروایا جارہا تھا، اس دور میں آپؒ نے اس فساد کی مخالفت کی، اسے ''سرد جنگ''، یعنی امریکا اور رُوس کی لڑائی بتایا اور نوجوانوں کو اس کی جگہ نظام بدلنے کے شعور کی طرف متوجہ کیا اور اس عمل کے ذریعے سے انھیں خود قتل ہونے یا کسی اور کو قتل کرنے سے بچایا۔ اس سے آپؒ کے امامِ وقت ہونے کا یقین پیدا ہوتا ہے۔

نوجوان حضرت اقدسؒ کو اپنے گھر آنے کی دعوت بھی دیا کرتے تھے اور آپؒ ان کی حوصلہ افزائی کے لیے دعوت قبول کرلیتے۔ اسی طرح ایک دن ہمارے گھر بھی قسمت مہربان ہوئی اور حضرتؒ اقدس اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر رات کے کھانے پر تشریف لائے۔ میری والدۂ محترمہ مرحومہ نے دس سے پندرہ افراد کے کھانے کا بندوبست کیا تھا اور انھیں اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں کھانا کم نہ ہوجائے۔ حضرتؒ اقدس تشریف لائے اور آپؒ کے ہمراہ آپؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ العالی اور چند سینئر احباب بھی تھے۔ دوست دفتر سے فارغ ہوتے اور جب جس کو پتا چلتا کہ حضرتؒ ہمارے گھر تشریف لائے ہیں، وہ صحبت اختیار کرنے کے لیے آجاتے۔ تقریباً پچاس کے قریب افراد نے وہی کھانا کھایا اور کھانا کم بھی نہ ہوا۔ حضرتؒ کی وجہ سے کھانے میں ایسی برکت آگئی کہ ہم سب گھر والے حیران رہ گئے۔ ویسے تو سچے اولیاء اللہ کی پہچان اپنے فکر و عمل پر استقامت ہوتی ہے، لیکن جو کرامات ہوتی ہیں، وہ بھی عام انسانیت کے لیے ہدایت و رہنمائی کے تأثر کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت اقدسؒ کے بتائے ہوئے مشن پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپؒ کا فیض نصیب فرمائے۔ آمین!

www.rahimia.org

تأثرات

(انجینئر) عامر افتخار احمد، لاہور

شریعت، طریقت، سیاست کے امام

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

یہ اکتوبر 1984ء کا ذکر ہے۔ دن جمعہ کا، وقت تقریباً ساڑھے بارہ بجے کا۔ اپنے چند دوستوں کے ہمراہ راولپنڈی میں حضرت اقدسؒ سے یہ میری پہلی ملاقات تھی۔ اتفاقاً جن دوست کے توسط سے ہم گئے تھے، اُن کا بھی حضرتؒ سے تعارف غائبانہ تھا۔ ہمیں ایک کمرے میں لاکر بٹھا دیا گیا، جہاں کچھ لوگ ہم سے پہلے سے باہمی گفتگو میں مصروف تھے۔ ہم تینوں دوست ایک کونے میں خاموشی سے بیٹھ گئے اور ان حضرات کی گفتگو سنتے رہے۔ میں خاموشی سے حاضرین میں سے صاحبزادہ صاحب (حضرت اقدسؒ) کو تلاش کرتا رہا۔ جن کے بارے میں سنا تھا کہ خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ میرے ذہن میں ان کا تصوراتی خاکہ ایک مہنگے سنہرے کام کے سیاہ جبے میں ملبوس، قیمتی عینک لگائے اور خدام کے جلو میں بیٹھے ہوئے کسی پُرنخوت شخص کا تھا۔ لہٰذا میری نظر ناکام لوٹی۔ ساتھ ہی عمارت کے باہر کھڑی کوئی مہنگی سی کار بھی چوں کہ نظر سے نہیں گزری تھی، لہٰذا یہ سوچا کہ ابھی تک حضرت صاحب تشریف نہیں لائے۔

میں خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مشہور بزرگ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ اور مسند نشین ثالث حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کے فرزندِ اکبر حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے ملاقات کے لیے پہنچا تھا۔ دن جمعہ کا تھا، نماز کا وقت ہوا تو تمام لوگ نزدیک کی ایک مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے چلے گئے۔ نماز سے واپسی پر میں نے میزبان سے پوچھ ہی لیا کہ صاحبزادہ صاحب کب تشریف لائیں گے۔ ان کے جواب سے حیرت ہوئی۔ یوں کہ انھوں نے کمرے کے ایک کونے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ وہ رہے۔ اور جن صاحب کی طرف اشارہ تھا، وہ سیاہ داڑھی (جس میں کہیں کہیں سفیدی جھلک رہی تھی) والے، سادہ لباس میں ملبوس ایک صاحب تھے، جو کہیں سے بھی (روایتی) صاحبزادہ نہیں لگتے تھے۔ سادہ کرتا، بغیر آستین کا سویٹر پہنے، سر پر کرامے کی ٹوپی۔ گفتگو کرتے تو بہت ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے۔ مخاطب کی پوری بات توجہ سے سنتے اور جواب دیتے وقت انداز مدلل ہوتا۔ ان کی گفتگو میں اپنی بات کو مخاطب تک پہنچانے کا جذبہ بہت واضح تھا۔

خیر تھوڑی دیر بعد حضرتؒ نے تقریر شروع فرمائی۔ ہم تینوں دوست جو اپنے کالجیٹ پس منظر کی وجہ سے کسی قسم کی مذہبی مرعوبیت سے بہت دور تھے، بالکل مبہوت رہ کر ان کی تقریر سنتے رہے۔ اور ہم ہی کیا، کمرے میں موجود تمام لوگوں کو گویا سانپ سونگھ گیا ہو۔ قریباً ڈیڑھ گھنٹے کی تقریر میں تاریخ، معاشیات، سیاسیات کے وہ وہ گوہر نایاب سامنے لاکر رکھ دیے کہ کسی کو انکار کرنے کی گنجائش نہ رہی۔ (بقیہ صفحہ 12 پر)

بقیہ عظمت کے مینار؛ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ

1913ء میں آپؒ نے قرآن حکیم کی تفسیر ''الفوز الکبیر'' کے اصولوں کی روشنی میں سمجھانے کے لیے دہلی میں ''نظارۃ المعارف القرآنیہ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، جس کی سرپرستی حضرت شیخ الہندؒ، حکیم اجمل خان اور نواب وقار الملک نے کی۔

1915ء میں آپؒ حضرت شیخ الہندؒ کے حکم سے کابل جانے کے لیے روانہ ہوئے۔ سات سال کابل میں قیام پذیر رہے۔ اس دوران آپؒ نے ایک جماعت ''جنودُ اللہ الربانیہ'' کے نام سے قائم کی، جو ہندوستان، افغانستان کی آزادی کے لیے جدوجہد اور کوشش کرتی رہی۔ 1916ء میں کابل میں ''عبوری حکومتِ ہند'' قائم کی اور اس کے وزیرِ خارجہ کے طور پر کام کرتے رہے۔ 1922ء میں آپؒ نے 'کانگریس کمیٹی کابل' بنائی اور اس کے صدر مقرر ہوئے۔ جس کا الحاق انڈین نیشنل کانگریس نے اپنے اجلاس منعقدہ ''گیا'' میں منظور کیا۔ 1922ء میں ترکی جانے کے لیے براستہ روس روانہ ہوئے۔ اس دوران ماسکو میں سات ماہ قیام فرمایا۔ 1923ء میں آپؒ انقرہ ترکی پہنچے۔ یہاں چار ماہ قیام فرمایا اور عصمت پاشا، رؤف بِک وغیرہ انقلابی رہنماؤں، نیز شیخ عبدالعزیز جاویش سے ملاقاتیں ہوئیں۔ استنبول میں تین سال قیام فرما کر یورپ کی تاریخ کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ فرمایا۔ 1924ء کو ہندوستان کے مستقبل کے سیاسی اور معاشی اُمور کو حل کرنے کے لیے ''آزاد برصغیر کا دستوری خاکہ'' جاری فرمایا۔ استنبول سے اٹلی اور سوئٹزرلینڈ تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ جدید اٹلی اور یورپ کی سیاسیات کا مطالعہ کیا۔ 1926ء میں مکۃ المکرّمہ تشریف لائے اور دینی تعلیمات کی روشنی میں قومی جمہوری دور کے تقاضوں کے مطابق ایک پروگرام ترتیب دیا۔

انڈین نیشنل کانگریس، جمعیت علمائے ہند، مسلم لیگ اور دیگر قومی جماعتوں نے حضرت سندھیؒ کی ہندوستان واپسی کے لیے کوششیں شروع کیں۔ 1939ء کو آپؒ کراچی کی بندرگاہ پر اُترے۔ حکومتِ سندھ کے وزیرِاعظم اللہ بخش سومرو نے عمائدین کے ساتھ آپؒ کا استقبال کیا اور کراچی میونسپل ہال میں آپؒ کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔ جہاں آپؒ نے ایک اہم اور معرکۃ الآرا خطاب فرمایا۔ آپ کی واپسی پر جمعیت علمائے صوبہ بنگال کے اجتماع منعقدہ کلکتہ کا آپ کو صدر مقرر کیا گیا۔ آپؒ نے شاہ ولی اللہؒ کے فلسفے کو سمجھانے کے لیے دہلی، لاہور، کراچی، پیر جھنڈا اور دین پور میں بیت الحکمت کے مراکز کھولے، جہاں نہایت سرگرمی سے نوجوانوں کی تربیت فرماتے رہے۔ 1944ء میں بیماری کے باوجود حضرت سندھیؒ کراچی سے حیدر آباد، میر پور خاص اور نواب شاہ ہوتے ہوئے گوٹھ پیر جھنڈا مدرسہ دار الرشاد میں قیام فرما ہوئے۔ آپؒ آخری دم تک پروفیسر محمد سرور، مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی، مولانا بشیر احمد لدھیانوی اور اپنے دیگر نام وَر شاگردوں کو تاریخ، سیاست اور قرآنی علوم و معارف سے آراستہ کرتے رہے۔

انتقال سے دو روز قبل دین پور تشریف لائے اور 2؍رمضان المبارک 1363ھ/ 21؍اگست 1944ء بروز منگل کو وِصال فرمایا۔ آپؒ کا مزار حضرت غلام محمد دین پوریؒ کے قریب دین پور کے قبرستان میں مرجع خلائق ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی خاص نعمتوں سے مالا مال فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

www.rahimia.org

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے نظریے میں ہی نجات ہے

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے فرمایا:

”مجھے اس بات کا پختہ یقین ہوگیا کہ مسلمانوں کی نجات صرف اس میں ہے کہ وہ انقلابی اصولوں کو بڑی مضبوطی سے پکڑ لیں۔ یہ کام بے شک فوری نہ ہوسکے، بلکہ ہر ایک ملک میں جدوجہد کی نوعیت اور اس کے درجات میں فرق کی وجہ سے اگرچہ کچھ زمانے کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن یہ بات طے ہے کہ نجات کا واحد راستہ انقلابی اصولوں کے اپنانے میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ اہلِ علم علما میں سے سوائے حکیم الہند امام ولی اللہ دہلویؒ کے اور کوئی ایسا عالم نہیں ہے کہ جس کی پیروی اس جیسے عظیم (انقلابی) کام کے سرانجام دینے کے سلسلے میں کی جائے۔“

(سرگزشتِ حیات امام سندھیؒ۔ ص:115۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

(بقیہ: شریعت، طریقت سیاست کے امام) شریعت، طریقت، سیاست اور نظامِ ظلم کا تعارف بمقابلہ اصلاحی نظریہ؛ ایسا تعارف کہ ہر چیز اور تمام عوامل اپنی اپنی جگہ مربوط انداز میں کچھ ایسے واضح ہوئے کہ آج 29 سال ہوگئے، کبھی خانقاہِ رائے پور کے مشن پر، جو حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی فلاسفی پر مبنی ہے، بحمد اللہ کوئی اشکال نہ ہوا۔ گویا کسی نے دل کے بنیادی گوشے میں ایسی جوت جگا دی، جو حضرتؒ ایسا ولی کامل ہی جگا سکتا تھا۔ گویا ہر طرح سے شرح صدر ہوا اور اس کے بعد کے تمام عرصے میں حضرتؒ سے جو نیازمندی رہی اور جس طرح حضرتؒ نے ہمارے دل و دماغ کی آبیاری فرمائی، اس کا ایک ایک لمحہ بھلایا نہیں جاسکتا۔ اگر ہم حضرت کے فیض سے کما حقہ مستفید نہ ہوسکے تو یقیناً ہماری بدقسمتی رہی۔ ان کا فیض عالم تو ہر مخلص، باصلاحیت، انسان دوست، سلیم الفطرت کے لیے جاری تھا اور ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمارے حضرتؒ اقدس کو اعلیٰ علیین میں اونچا مقام عطا کرے اور ہمیں ان کے مشن کے شایانِ شان عملی کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مولانا مفتی عبدالقدیر شعبہ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال 1 کیا این جی اوز اور ٹرسٹ وغیرہ کو زکوٰۃ و صدقات کی رقم دی جاسکتی ہے؟

محمد اشفاق، راولپنڈی

جواب زکوٰۃ و صدقات کی رقم صرف ایسے ٹرسٹ اور این جی اوز کو دی جاسکتی ہے جو دیانت داری اور امانت داری سے زکوٰۃ و صدقات کے شرعی مصارف میں استعمال کرنے کا صحیح علم اور تجربہ رکھتے ہوں۔ افسوس! کہ آج کل مروّجہ اکثر ٹرسٹی ادارے اور این جی اوز ان صفات سے عاری ہیں، بلکہ اس اہم فریضے کا بے مصرف استعمال کرکے اس کے مقصد کو ضائع کردیتی ہیں۔ بغیر تحقیق کے ان کو زکوٰۃ دینے سے گریز کرنا چاہیے۔

سوال 2 دبئی سے ڈیلاس (امریکا) کا ہوائی جہاز کے ذریعے 16 گھنٹوں کا طویل سفر ہے۔ اس سفر کے دوران ہوائی جہاز میں نماز ادا کرنے کے لیے وقت، طریقۂ کار اور قبلہ کا رُخ کیسے متعین کیا جاسکتا ہے؟ حافظ محمد عرفان صادق، لاہور

جواب جن نمازوں کے اوقات دورانِ سفر آئیں، جہاز کے پائلٹ یا اوقات اور جہات کے واقف کاروں سے وقت اور قبلے کا رُخ معلوم کرکے نمازیں ادا کرنی چاہئیں۔ اگر قبلے کا رُخ بتلانے والا نہ مل سکے تو اندازہ کرکے رُخ متعین کرلیا جائے۔

سوال 3 ایک نشست میں تین دفعہ طلاقِ رجعی دی جاسکتی ہے؟ وسیم اعجاز، کراچی

جواب ایک نشست میں تین دفعہ طلاقِ رجعی دینے سے وہ طلاقِ مغلظہ بن جاتی ہے۔ اور اس طرح طلاق دینا مکروہِ تحریمی ہے۔

سوال 4 آج کل سوشل میڈیا کی ویب سائٹس فیس بک، ٹوئٹر، انسٹاگرام و دیگر کا استعمال کافی حد تک بڑھ چکا ہے۔ عام طور پر لوگ احادیث اور اقوالِ صحابہؓ وغیرہ بھی ان ویب سائٹس پر شیئر کرتے ہیں۔ کیا ان کو بغیر تصدیق کے آگے شیئر کرنا درست ہے؟

راؤ عثمان غنی، سرگودھا

جواب احادیثِ نبویؐ یا اقوالِ صحابہؓ کو خصوصاً تصدیق کے بغیر آگے نقل کرنا یا شیئر کرنا درست نہیں۔ اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت تنبیہ فرمائی ہے کہ: ”جس نے میری طرف جان بوجھ کر غلط بات منسوب کردی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔“ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین!

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
حضرت سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
حضرت مولانا محمد اشرف اثر (حیدرآباد)
حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
حضرت حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ (کوئٹہ)
محترم سید خالد ریاض بخاری (سعودی عرب)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کردیا جاتا ہے۔
ممبر شپ کی رقومات کی ترسیل بنام
”رحیمیہ لاہور“ میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ”رحیمیہ“ رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئنز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔